سرخ انقلاب سبز جھنڈوں سے نہیں آتے

تحریر: سہیل احمد لون

رنگوں کا ہماری زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ہمارے خطے میں سرخ و سفید رنگ کی وہی قدر و منزلت ہے جیسی کالے یا براؤن رنگ کی یورپ میں ۔ کالا دھندا، بلیک منی، سفید خون، کالی بھیڑ، بلیک مارکیٹ، کالا جادو' کالا منہ' کالی زبان' کالی دیوی جیسے لاتعداد الفاظ ہیں جن میں رنگ اپنا فلسفہ بتاتا ہے۔رنگوں کی فلسفیانہ تشریح میں سبز رنگ خوشحالی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دنیا میں سبز سگنل کو مثبت علامت کے طور پر تصور کیا جاتا ہے۔لہذا یہ ایک فطری عمل ہے کہ ہم جہاں بھی جائیں اگر سگنل یا گرین لائٹ ہمارا استقبال کرے تو ایک پر سکون سا احساس ہمیں اپنی آغوش میں لیتا ہے۔ ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہمارا پرچم بھی سبز ہے اور پاسپورٹ بھی۔ سبز ہلالی پرچم کی سربلندی کے لیے ہم اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ وطن عزیز سے باہر جہاں بھی کہیں سبز پاسپورٹ دکھایا جائے وہیں خطرے کی سرخ بتی روشن ہو جاتی ہے۔ آخر وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بنا پر ہمارے سبز جھنڈے کو سرخ جھنڈی دکھائی جاتی ہے۔ ہمارے ساتھ برطانوی سامراجیت سے آزادی پانے والا ملک بھارت گزشتہ دو دہائیوں سے تقریباً ہر میدان میں ہم کو پیچھے چھوڑ چکا ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کی تعداد پاکستان سے زائد ہونے کے باوجود دنیا کی نظر میں وہ دہشت گردی سے پاک ملک ہے۔مشرقی پاکستان کہلوانے والے بنگلہ دیش کو بھی بیرون ممالک میں پاکستان سے بہتر تصور کیا جاتا ہے۔ آج کوئی ملک پاکستان میں کاروبار یا سیاحت تو درکنار یہاں آ کر کھیلنے کو بھی تیار نہیں۔ قدرتی وسائل اور ٹیلنٹ سے مالا مال ہونے کے باوجود ہماری عوام اپنے گھر یعنی وطن عزیز سمیت بیرون ممالک میں بھی خواری کاٹتے نظر آتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امریکہ، برطانیہ اور یورپ کو برا بھلا کہنے کے باوجود ہماری کثیر تعداد انہیں ممالک میں کسی بھی طرح داخل ہو کر باقی ماندہ زندگی عزت سے بسر کرنے کا خواب سجائے بیٹھی ہے۔انڈر ورلڈ مارکیٹ میں اس وقت برطانیہ اور یورپ جانے کا ریٹ تقریباً 20 لاکھ ہے، مگر عام آدمی کے لیے 2 ملین کا رسک لینا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔اس کے علاوہ مشرق وسطیٰ اور عرب ممالک میں بھی قسمت آزمائی کا رجحان تو ہے مگر وہاں حالات اتنے سازگار نہیں ہوتے جتنے برطانیہ، یورپ اور امریکہ میں ہوتے ہیں اسی لیے اولین ترجیح انہیں ممالک کو دی جاتی ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کے بڑھتے ہوئے رجحان نے انہیں بھی نقل مکانی پر مجبور کر دیا ہے۔ اندرون سندھ سے ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد ہمیشہ کے لیے پاکستان چھوڑ چکی ہے۔اس کے علاوہ مسیحی برادری، اور احمدی بھی بڑی تیزی سے ملک بدر ہو رہے ہیں۔ یورپ، کینیڈا، امریکہ اور برطانیہ پہنچنے کے لیے خصوصاً اقلیتوں نے ان ڈائیریکٹ اور سستا راستہ اپنایا ہوا ہے۔ پاکستان سے باہر کسی بھی ایسے ملک میں جہاں اقوام متحدہ کے دفاتر ہیں وہاں پہنچ جاتے ہیں اور اسائلم کی درخواست دی جاتی ہے۔ جو عمومی طور پر ایک سے ڈیڑھ برس کے دوران پراسس ہو جاتی ہے جس کے بعد انہیں امریکہ، یورپ، کینیڈا، برطانیہ، آسٹریلیا یا کسی بھی ایسے ملک میں جس نے جنیوا کنونشن میں سائن کیے ہیں وہاں ایئر ٹکٹ دے کر بھیج دیا جاتا ہے۔ ویسے تو

یہ بڑا آسان وسستا سا طریقہ دکھائی دیتا ہے مگر اس میں بھی کافی مشکلات ہیں جو مہاجرین کو برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ اس وقت چین، تھائی لینڈ، یوگنڈا، تنزانیہ اور سری لنکا میں جتنی پاکستانی اقلیتیں ڈیرہ جمائے بیٹھی ہیں اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جلد ہی پاکستان کے جھنڈے کا رنگ صرف سبز ہی رہ جائے گا۔ کیونکہ جس رفتار سے اقلیتیں پاکستان سے باہر جا رہی ہیں اس سے یہی لگتا ہے کہ اب جھنڈے میں سفید رنگ صرف ڈنڈا پرونے والی جگہ میں رہ جائے گا۔

لندن میں ساؤتھ ہال اور گرین سٹریٹ، سنگاپور اور کوالا لمپور میں جیسے لٹل انڈیا ہیں ویسے ہی اب بنکاک، بیجنگ، کولمبو وغیرہ میں منی پاکستان نظر آنا شروع ہو گیا ہے۔ چین، تھائی لینڈ کا تھوڑے سے پیسوں میں ویزا لگوا کر لوگ وہاں پہنچ کر محنت مزدوری کر کے ایک، ڈیڑھ برس کسی طرح گزار لیتے اس کے بعد وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتے۔ سری لنکا میں چند روز قبل تک پاکستانی کی انٹری تھی۔ جس کی وجہ سے سب سے زیادہ رجحان سری لنکا کا بنا ہوا تھا۔ گزشتہ چند ماہ میں ہزاروں پاکستانی سری لنکا آئے مگر واپس نہیں گئے۔ جب تعداد تشویش ناک حد سے بڑھنا شروع ہو گئی تو سری لنکا نے بھی سبز پاسپورٹ کو سرخ جھنڈی دکھا دی۔ اب سبز پاسپورٹ کو سری لنکا کے لیے بھی ویزا لینا ہو گا۔ ویسے کبھی برطانیہ میں بھی پاکستان کی انٹری تھی مگر جو حالات بنتے جا رہے ہیں اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید ایک صوبے سے دوسرے صوبے کے لیے بھی ویزا لینا پڑ سکتا ہے۔ چین اور تھائی لینڈ نے بھی سبز پاسپورٹ کو ویزے کے باوجود سرخ جھنڈی دکھانا شروع کر دی ہے۔ بنکاک، بیجنگ اور کولمبو میں ان دنوں سبز پاسپورٹ والوں کو پکڑنے، جیل میں ڈالنے اور پھر ڈیپورٹ کرنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ بنکاک میں کرپشن کا معیار پاکستانی ہے جس سے یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ لوگ پولیس کو 20 سے 50 ہزار باہت رشوت دے کر دوبارہ آزاد ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایک پاکستانی مسیحی فیملی کو 4 ماہ بعد جیل سے رہا کیا گیا، اس فیملی کے ساتھ سات ماہ کا بچہ بھی شامل تھا، اس سے قبل بھی بنکاک کی جیلوں میں نہ صرف بچوں کو قید کیا گیا بلکہ پاکستانی فیملی نے جیل میں بچے کو جنم دینے کا کارنامہ بھی کیا ہے۔ امیگریشن اور پولیس والے مل کر ہوٹلوں اور ریستوان میں چھاپے مارتے ہیں، اگر کوئی بغیر ویزے یا ورک پرمٹ کے کام کرتا نظر آ جائے تو اس کو گرفتار کر لیتے ہیں، تھانے مک مکا ہو جائے تو ٹھیک ورنہ جیل۔ اگر جیل میں بھی کوئی مک مکا نہ کر سکے تو اس کا مقدر پھر سے پاکستانی لوڈشیڈنگ ہی ہوتی ہے۔ جہاں ایئر پورٹ پر اترتے ہی ان کو سرخ جھنڈی دکھائی جاتی ہے۔ بنکاک میں ایک بہت بڑا گوردوارا بھی ہے جہاں داتا دربار کی طرح چوبیس گھنٹے لنگر بلا امتیاز تقسیم ہوتا ہے اس کے علاوہ وہاں بدھ مت کے پیروکار بدھا کے بت سامنے کھانے پینے کی اشیاء مذہبی فریضہ سمجھ کر رکھ دیتے ہیں۔ بنکاک میں سرخ رنگ کی پبلک ٹرانسپورٹ نان ائیر کنڈیشنڈ بس میں سفر کرنے کا کرایہ ادا نہیں کرنا پڑتا۔ حالات کی ستم ظریفی کا شکار مہاجرین انہیں بسوں میں مفت سفر کر کے گوردوارا جاتے ہیں جہاں ایک وقت کا کھانا کھانے کے بعد دوسرے وقت کے لیے ساتھ بھی لے آتے ہیں، بدھا کے سامنے سے کھانے پینے کی چیزیں بھی کچھ لوگ پیٹ کا آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ ان تمام مصائب کے باوجود لوگ وہیں ٹکے ہیں مگر واپس پاکستان نہیں جانا چاہتے۔ سابقہ حکومت کے دور میں اس وقت کے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے غیر ملکی جریدے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا صحافی کو یہ جواب دے کر حیران کر دیا کہ اگر لوگ پاکستان میں نہیں رہنا چاہتے تو پھر وہ پاکستان چھوڑتے کیوں نہیں، کس نے انہیں روکا ہوا ہے؟ اس سے یہ بات تو واضح ہو جاتی

ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ بھی غریب عوام کو سرخ جھنڈی ہی دکھا سکتا ہے۔جس ملک میں عوام کی عزت حکومت اور ادارے نہ کریں، یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ اسے بیرون ممالک سر آنکھوں پر بٹھایا جائیگا۔پاکستان میں اقلیتیں ہوں یا اکثریتی غریب عوام......ان کے مقدر میں اس وقت تک خواری ہی لکھی ہے جب تک یہ خود ان ظالم حکمرانوں کو سرخ جھنڈی نہیں دکھائیں گے۔اس کے لیے چاہے انقلاب ہی لانا پڑے گا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ انقلاب خونی ہی ہوتا ہے کیونکہ اس میں پسے ہوئے طبقات محلات میں داخل ہو کر بالا دست طبقات سے صدیوں کے ظلم اور نا انصافی کا بدلہ لیتے ہیں۔پاکستان میں اس وقت انقلاب اور مارچ کی باتیں تو ہو رہی ہیں لیکن ایک بات قبل از وقت لکھ رہا ہوں عمران خان جتنا بہادر دکھائی دیتا ہے اُتنا ہے نہیں اور اس کا اندازہ مجھے چیف جسٹس کی بحالی کے لانگ مارچ میں ہی ہو گیا تھا جب لوگوں کی نظر بندیاں ختم ہو گئیں لیکن عمران خان کی روپوشی ختم نہیں ہوئی تھی اور اُس دن اُس نے نواز شریف کیلئے لاہور خالی چھوڑ کر اپنا سیاسی مستقبل تاریک کیا تھا گو کہ میں طاہر القادری کا حمایتی نہیں ہوں لیکن طاہر القادری ہر حال میں نکلے گا خواہ کچھ بھی ہو جائے کیونکہ وہ عمران خان سے تعلیم، تجربہ، سماجی شعور اور تنظیم کے حوالے سے بہر حال بہتر ہے۔عمران خان کو مشورہ دینے والوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی انقلاب ضرورت ہو اور جن کی انقلاب ضرورت ہے اُن سے عمران خان کب کا لاتعلق ہو چکا ہے۔سو عمران کے سبز انقلاب کو بھی سرخ جھنڈی کی دیکھنی پڑے گی حالانکہ اگر وہ سرخ جھنڈی لے کر نکلتا تو سبز انقلاب اُس کا منتظر ہوتا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

03-07-2014.